برصغیر میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کی اخلاقی، سماجی و اصلاحی کاوشوں کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical study of moral, social and reformation of Maulana Ashraf Ali Tanvi in the subcontinent

Dr Umme Salma

Lecturer: Institute of Education and Research

University of The Punjab Lahore, Pakistan

Email: ummesalmaier@pu.edu.pk

Abstract

Mulana Ashraf Ali Thanwi born 1280 A.H./ 1864 A.D. in Thana Bahvan. He was a eminent Scholar ,Sufi ,Jurist and a reformer The Personality of Mulana Ashraf Ali Thanvi emerged as a reformer in the different domains of religion. His academic and intellectual efforts are multi-dimensional in their nature and scope, Which border dominions of Islamic Tasawwuf ,social etiquettes ,politics, education and tabligh. This research study will focus on the role of Mulana Thanvi in the social reform of Subcontinent Muslims. Eighteen and nineteenth centuries were characterized with the imperial ambitions of the western countries. This was the time ,when subcontinent encountered the colonial aspirations of the British government ,which introduced radical social ,religious and cultural changes in the region.The British rule brought with it ,the western civilization, which had unconnected the religious and ethical values, and had embraced the materialism and order of secularism. This era was a great suffering for the Muslims of Subcontinent. They met with sweeping changes at the level of political honor, social prestige, economic prosperity and culture dominance . The Muslims responded to these upheavals in different ways. The response of Mulana Ashraf Ali Thanvi was neither an absolute surrender to like other Muslims ,it was an intellectual response that used logical and philosophical arguments for the defense of traditional Islam and responded the challenges of modernity. He authored large number of books on the mullti-dimensional issues of Islam. The most distinguished aspect of his personality was of a reformer. This study will focus on the rol of mulana Ashraf Ali Thanvi as a social reformer purification of Muslim community, Mulana Thanvi was not only an Alim ,but also a preacher of Islam .He made several visits in the far and wide corner of Subcontinent with an aim to guide the Muslims towards the right path . He bring the reform at the social and cultural level of Muslims.

Keywords: Mulana Ashraf Ali Thanvi, Efforts of Social and Ethical reforms, Spirituality reforms . Muslim of sub-continent

موضوع کا تعارف:

بیسویں صدی میں برصغیر کی علمی و دینی فضا پر جن علمی و دینی شخصیات نے گہرے اور تاریخی نقوش ثبت کئے ان میں ایک نمایاں نام مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ہے، برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں آپ کا نام ان نابغہ روزگار ہستیوں میں شامل ہوتا ہے جنہوں نے اس سرزمین پر معاشی، معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی انقلاب برپا کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے ایک زمانے کو ظلمت سے نکال کر اجالوں سے روشناس کرایا، ان کا فیض علم و نظر سے ایک عالم نے

استفادہ کیا۔ آپ بہت بڑے عالم، ادیب تھے، برصغیر پاک و ہند میں جب علمی، اصلاحی اور اخلاقی بحران کا سیلاب اٹھ آیا اور مسلمانوں پر ہند اور انگریزی تہذیب و تمدن کا غلبہ ہونے لگا ایسے وقت میں، آپ نے مسلمانوں کے مسائل کا اندازہ کرتے ہوئے اپنا علمی، مذہبی اور سیاسی کردار ادا کیا، مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کیا ان کے معاشرتی، معاشی، سیاسی، قومی و اخلاقی مسائل کی نشاندہی کے ساتھ ممکنہ حل بھی پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

سابقہ کام کا جائزہ:

مولانا اشرف علی تھانوی کے متعلق لاتعداد تحقیقی اور تجزیاتی کام کتب، تھیسز اور تحقیقی آرٹیکلز کی صورت میں شائع ہو چکا ہے

ڈاکٹر عبدالروف عثمانی، ڈاکٹر محمد عبداللہ، سیرت نگاری میں مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمات، القلم، ج ۲، ش ۲، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۲۳۔

ڈاکٹر نبیلہ فلک، عصری عائلی مسائل میں مولانا اشرف علی تھانوی کی فکر سے استفادہ، القواریر، جلد ۲، ش ۲، ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۲۱۔

حافظ ساجد انور، تحریک قیام پاکستان، سید ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا اشرف علی تھانوی کی فکری مماثلت، الايضاح، جلد ۳، ش ۲، شیخ زاید اسلامک سنٹر، یونیورسٹی آف پشاور، ۲۰۱۹۔

عبدالغفار پانزئی، مروجہ تصور میں حضرت اشرف علی تھانوی کی اصلاحات، معارف مجلہ تحقیق، جلد ۷، ش ۲، اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی، ۲۰۲۰ جولائی

اظہر اقبال، محمد عبداللہ، تصوف کی قرآنی بنیادیں، مولانا اشرف علی تھانوی کے افکار کا مطالعہ، جہات الاسلام، ج ۱۰، ش ۲، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۲۰۱۷ جولائی۔

ڈاکٹر سفیر اختر، مولانا اشرف علی تھانوی کے علمی کارنامے فکر و نظر، اسلام آباد ج ۴، ش ۳، ۲۰۱۶ جولائی۔

آپ نابغہ روزگار اور عہد ساز شخصیت ہیں آپ نے اپنے دور میں جو تعلیم، تدریسی اور تحقیقی کام کیا وہ عصر حاضر میں بھی رہنمائی، معاشرے کی تعمیر و ترقی اور نسل نو کی ہمہ پہلو تربیت میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔

تحقیقی موضوع کا تعارف:

تحقیقی مقالہ کا موضوع "برصغیر میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کی اخلاقی، سماجی و اصلاحی کاوشوں کا تجزیاتی مطالعہ" ہے، مذکورہ مضمون میں مولانا اشرف علی تھانوی کے عہد کا مختصر تعارف، مولانا کا تعارف، تحقیقی تصنیف و تالیفات کا جائزہ، اخلاقی، سماجی اور اصلاحی کاوشوں کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

"مولانا اشرف علی تھانوی 19 ستمبر 1863ء میں ضلع مظفر نگر (یوپی) کے قدیمی قصبہ تھانہ بھون میں پیدا ہوئے¹ آپ کا یوم ولادت باسعادت چہار شنبہ 5 ربیع الاول 1280ھ ہے² آپ 5 ربیع الآخر 1280ھری کو بدھ کے دن صبح صادق کے وقت آپ کی ولادت ہوئی۔"³ تھانہ بھون میں پیدا ہوئے اسی نسبت سے آپ تھانوی کہلائے، اس علاقے کے بارے میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکمرانی سے قبل راجہ بھیم نے ضلع مظفر نگر میں ایک قصبہ اپنے نام سے بسایا جو "تھانہ بھیم" کہلایا مسلمانوں کے دور حکومت میں اس علاقے کا نام "محمد پورہ" ہوا مگر یہ نام مقبول نہ ہوا اور پرانا نام ہی معروف و مشہور رہا البتہ "تھانہ بھیم" سے "تھانہ بھون" ہو گیا۔"⁴

تعلیم و تربیت:

"یہ وہ دور تھا جب تعلیم کی ابتدا فارسی سے کی جاتی تھی آپ نے فارسی کی تعلیم میرٹھ کے ہی اساتذہ سے حاصل کی، متوسطات تھانہ بھون میں حضرت مولانا فتح محمد صاحب سے پڑھیں اور انتہائی کتب فارسی ابوالفضل تک اپنے ماموں واجد علی صاحب سے پڑھیں جو ادب فارسی کے استاد تھے۔"⁵

"عربی کی ابتدائی کتابیں آپ نے اپنے وطن تھانہ بھون میں ہی مولانا فتح محمد سے پڑھیں، مگر اس کی باقاعدہ تعلیم دارالعلوم دیوبند پہنچ کر مشکوٰۃ شریف مختصر المعانی نور الانوار اور ملا حسن سے شروع کی آپ 1295ھ کو مدرسہ میں داخل ہوئے اور شروع 1301ھ میں وہاں سے فارغ التحصیل ہو گئے۔"⁶

"آپ کے اساتذہ میں سے مولانا یعقوب نانائوی اور مولانا محمود الحسن خاص طور پر قابل ذکر ہیں لیکن شاید ان سے بھی زیادہ اثر آپ پر شیخ العالم حاضی امداد اللہ مہاجر کی کا تھا 1884ء میں آپ نے حج کے موقع پر ان کے ہاتھ پر بیعت کی آپ کی شخصیت کے اندر عاجزی انکساری، نرمی، محبت، تواضع، ایثار، زہد و تقویٰ اور پاکیزگی جیسے بے شمار اوصاف نمایاں نظر آتے ہیں فضول گفتگو اور فضول لایعنی باتوں سے مبرا ہوتی تھی، ایک گفتگو پر کیا موقوف ترک لایعنی کے حسن کلام یہ رنگ تھا کہ کوئی بات بے سوچے سمجھے نہ ہوتی تھی، ہر حرکت، چچی تلی، ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں اپنی اور سب کی سہولت و راحت اور فراغ قلب کا اہتمام فرماتے تھے۔"⁷

تدریسی سرگرمیاں:

آپ نے تدریس کا آغاز مدرسہ کانپور سے کیا، اس کے بعد آپ جامع العلوم میں چودہ برس تک پڑھاتے رہے 1315ھ میں آپ تھانہ بھون تشریف لے آئے اور خانقاہ امدادیہ میں تدریس کا فریضہ سرانجام دیا، کانپور سے تدریس چھوڑ کر آپ مستقل تھانہ بھون میں قیام پذیر ہوئے۔"⁸

تصنیف و تالیفات:

بے شمار مصروفیات کے باوجود آپ کثیر التصانیف تھے سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ: علماء کرام میں ایسے بزرگوں کی کمی نہیں تھی، جن کی تصانیف کے اوراق اگر ان کی زندگی کے ایام میں بانٹ دیئے جائیں تو اوراق کی تعداد زندگی کے ایام پر فوقیت لے جائیں، حافظ خطیب بغدادی امام رازی، حافظ ابن جوزی، حافظ سیوطی وغیرہ متعدد نام اس سلسلہ میں لئے جاسکتے ہیں، ہندوستان میں مولانا ابوالحسنات عبدالحی فرنگی اور نواب صدیق حسن مرحوم کے نام بھی اس سلسلہ میں داخل ہیں، اس سلسلہ کا آخری نام مولانا تھانوی کا نام ہے 1354ھ میں مولوی عبدالحق صاحب فتح پوری نے بڑی سب تصانیف کی تعداد آٹھ سو قریب ہے اور اگر اس فہرست میں ان کتابوں کو بھی شامل کر لیا جن کے ذریعے اہل علم نے کسی دینی غرض سے توجہ و تصرف فرمایا یعنی تسہیل مضامین کی مختلف مقامات منتخب کر کے یکجا کئے یا حضرت کے مضامین کا خلاصہ شائع کیا تو یہ تعداد نو سو سے اوپر جا پہنچتی ہے۔ آپ نے کسی ایک علمی میدان میں قلم آزمائی نہیں فرمائی بلکہ مسلمانوں کے لئے دین و دنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں چھوڑا جس پر آپ کی سیر حاصل اور مستند و معتبر تصانیف و موعظ و ملفوظات نہ ہوں، نصائح و وصایا کا بھی نہایت جامع و موانع مکمل دستور العمل مرتب فرمایا۔⁹

قرآن پاک کی تفسیر:

"مولانا تھانوی نے اپنی زندگی کا مقصد دین کی خدمت قرار دے رکھا تھا اپنی اور دوسروں کی روحانی تربیت ان کا وظیفہ زندگی تھا، قرآن پاک کے ساتھ خاص تعلق تھا "حضرت کو تصوف، تفسیر اور منطق سے خاص مناسبت ہے اور ان فنون میں اعلیٰ درجے کی مہارت ہے۔"¹⁰

"آپ نے "بیان القرآن" کے نام سے تفسیر قلم بند کی، اس تفسیر کے مقام کا اندازہ اس سے لگائیں کہ مولانا نور شاہ کا شیریں جن کا تاجر علمی مسلم و مشہور تھا فرمایا کرتے تھے کہ بیان القرآن دیکھ کر تو مجھے اردو کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا ہو گیا ورنہ میں سمجھتا تھا کہ اردو کتابوں میں علوم عالیہ کہاں۔"¹¹ مولانا تھانوی کا اندازہ اور طریق تفسیر کیا تھا اس بارے میں فرماتے ہیں کہ "میں نے بیان القرآن میں یہ بھی التزام کیا ہے کہ تفسیر تو وہی لکھی ہے جو خود میری سمجھ میں آئی، لیکن جب تک اس کی تائید سلف صالحین کی تفسیر سے نہیں ملی اس پر اطمینان نہیں کیا۔"¹²

"ایک بار آپ نے فرمایا کہ تفسیر بیان القرآن میں نے کامل شرح صدر کے ساتھ لکھی ہے اس کی قدر تو ان لوگوں کو ہوگی جنہوں نے کم از کم بیس معتبر تفاسیر کا مطالعہ کیا ہو وہ دیکھیں گے، وہ مقامات جہاں سخت اشکالات و اختلافات واقع ہوئے ہیں ان کا حل کیسی سہولت کے ساتھ قوسین کے اندر صرف چند الفاظ بڑھا دینے سے ہو گیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔"¹³

بیان القرآن کے بارے میں سید سلیمان لکھتے ہیں کہ: "اس تفسیر کی حسب ذیل خصوصیات ہیں، سلیس و با محاورہ حتیٰ الوسع تحت اللفظ ترجمہ نیچے ف کے اشارہ سے فائدہ سے آیت کی تفسیر میں روایات صحیحہ اور اقوال سلف صالحین کا التزام کیا گیا ہے، فقہی اور کلامی مسائل کی توضیح کی گئی ہے، لغات اور نحوی ترکیبوں کی تحقیق فرمائی گئی ہے، شبہات و مشکوک کا ازالہ کیا گیا ہے صوفیانہ اور ذوقی معارف بھی درج کئے گئے ہیں، تمام کتب تفسیر سامنے رکھ کر ان میں سے کسی قول کو دلائل سے ترجیح دی گئی ہے ذیل میں اہل علم کے لئے عربی لغات اور نحوی ترکیب کے مشکلات حل کئے گئے ہیں اور حاشیہ پر عربی میں امتیازات و حقائق و معارف الگ لکھے گئے ہیں۔۔۔۔۔ یہ تفسیر اس لحاظ سے مستنبط مفید ہے کہ تیرہویں صدی کے وسط میں لکھی گئی ہے اس لئے تمام قدامت کی تصانیف کا خلاصہ ہے اور مختلف و منتشر تحقیقات اس میں مل جاتی ہیں۔¹⁴

بہشتی زیور: اس کتاب میں جہاں عقائد و ایمان، عبادات و معاملات، معاشرت و اخلاقیات کے نہایت سہل زبان میں مضامین ہیں وہیں پسند و نصح بھی ہیں، علاج معالجہ کی تدابیر بھی ہیں، گھریلو زندگی میں جو صنعت و حرفت ممکن ہے اس کا بھی ذکر ہے مختلف بیماریوں اور مشکلات کے لئے ضروری تعویذ اور مسنون دعائیں ہیں، مولانا عبد الباری ندوی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"بہشتی زیور اصل میں حضرت کے تجدیدی و اصلاحی کارناموں کا بنیادی پتھر ہے اور اگر مسلمان گھرانوں میں صرف بہشتی زیور کے عام طور سے پڑھنے پڑھانے سننے سنانے کا اہتمام کرایا جائے۔۔۔۔۔ تھوڑا بہت عمل بھی اگر اس پر کیا جائے تو تجربہ کر کے مسلمان دیکھ لیں ایک نسل میں ان کی دنیا و دین دونوں کی ترقی کا قدم کہاں سے کہاں جا نکلتا ہے، جس کے لئے دن رات طرح طرح کی انجمن سازیوں اور چندہ بازیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلا ہے اور جس کی بدولت جان و مال و دین ایمان سب کی اضاعت ہی اضاعت کا سامان ہے۔"¹⁵

یہ اردو میں ایسی بے مثال اور شہرہ آفاق کتاب ہے جس میں حضرت نے تمام قرآن حدیث کے تمام مضامین کے بحر ذخار کو کوزہ میں بند کر دیا ہے مسلمانوں کی روزمرہ زندگی میں دین و دنیا کی کوئی ایسی ضروری بات نہیں جو اس میں مذکور نہ ہو گویا دین اسلام کا یہ ایک انسائیکلو پیڈیا ہے۔"¹⁶

سید سلیمان ندوی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "یہ کتاب دس جلدوں میں جو کہ عورتوں کی ضروریات کے لئے ہیں مگر ان میں ساری معلومات کا ذخیرہ ہے، اور ان میں پیدائش سے لے کر مرنے تک کے تمام حالات و مسائل جو ہر مسلمان کو پیش آتے ہیں مکمل طور پر درج ہیں، حقیقت میں بہشتی زیور دینی و دنیاوی معلومات کا مکمل کورس ہے۔"¹⁷

ایک مشہور و مقبول کتاب بہشتی زیور ہے جس نے دین کی عمومی تعلیم و تربیت، اصلاح رسوم کے میدان میں انقلابی کردار ادا کیا، یہ کتاب اصلاً مسلمان بچیوں اور خواتین کے لئے لکھی گئی ہے، لیکن اس سے طلبہ اور علماء بھی استفادہ کرتے ہیں۔ وہ گھروں میں متوسط درجے کے مفتی، اچھے قسم کے اتالیق اور واعظ کا کام دیتی ہے۔ دور حاضر میں اس کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے کیونکہ آج کی نوجوان نسل بہت زیادہ اختصار پسند واقع ہوئے ہیں۔ ایک اور مشہور ایک قابل نظیر کتاب "نشر الطیب فی ذکر النبی ﷺ الحبيب" ہے یہ کتاب سیرت النبی ﷺ پر مختصر اور جامع کتاب ہے، حیاة المسلمین، تعلیم الدین، بوادر النواذر، انکشاف عن مہمات التصوف، انفاس عیسیٰ، اصلاح انقلاب امت، مسائل السلوک من کلام ملک الملوک یعنی مسائل تصوف قرآن کی روشنی میں اور تربیت السالک معروف کتب ہیں، وہ گھروں میں متوسط درجے کے مفتی، اچھے قسم کے اتالیق اور واعظ کا کام دیتی ہیں۔

ملفوظات و مواعظ: ملفوظات اولیاء اللہ کے اس دلنشین کلام کو کہا جاتا ہے جو وہ امت مسلمہ کے سامنے گہرے مشاہدات و تجربات اور علم و معارف لدینہ کی روشنی میں پیش کرتے ہیں، آپ نے زندگی کا بغور مطالعہ کیا، مسلمانوں کے ظاہر و باطن کے مسائل کا تجزیہ و مشاہدہ کیا، مسلمانوں کی روحانی زندگی کو سنوارنے اور سدھارنے کا بیڑا اٹھایا اس کے لئے جہاں تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف کے میدان میں تصنیف و تالیفات کی صورت میں گراں قدر خدمات سر انجام دیں وہیں مواعظ و ملفوظات کو بھی اصلاح و تربیت کے لئے بروئے کار لائے ان مواعظ و ملفوظات میں حضرت تھانوی نے مسلمانوں کے نظری اور عملی مسائل، ان کے فکری اشکالات و استفسارات، ان کے عقائد و ایمانیات کے نقائص کو بیان فرمایا اور مسکت جوابات دیئے، آپ کے ملفوظات کا سلسلہ قریباً ساٹھ مجلدات و رسائل میں مدون ہوا، جو آپ کی نظر سے گذار کر چھاپا گیا۔ ان ملفوظات میں بزرگوں کے قصے سنجیدہ لطف، قرآن و حدیث کی تشریحات، مسائل فقہ کے بیانات، سلوک کے نکتے، اکابر کے حالات، طالب علموں کو ہدایات، آداب و اخلاق کے نکات، اصلاح نفس و تزکیہ کے مجربات وغیرہ اس خوبی و دلچسپی سے درج ہیں۔

اخلاقی و اصلاحی نظریات:

غور سے سن لیجئے کہ دین (شریعت) کے پانچ اجزاء ہیں، ایک جزو تو عقائد کا ہے کہ دل سے اور زبان سے اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے جس چیز کی جس طور پر خبر دی ہے وہی حق ہے، دوسرا جزو عبادات ہیں یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ، تیسرا جزو معاملات ہیں یعنی احکام نکاح و طلاق و حدود و کفارات و بیع و شراء و خرید و فروخت و اجارہ و زراعت وغیرہ اور ان کے جزو دین ہو کا مطلب نہیں کہ شریعت یہ سکھاتی ہے کہ کھیتی یوں بویا کرو اور تجارت فلاں چیز کرو جس میں نزاع اور جھگڑے کا اندیشہ ہو، غرض جو از عدم جو از بیان کیا جاتا ہے چوتھا جزو معاشرت ہے

یعنی اٹھنا بیٹھنا ملنا جلنا، مہمان، مہمان بننا، کسی کے گھر پر جانا کیونکر چاہیے اور اس کے آداب کیا ہیں؟ بیوی، بچوں عزیزوں، اجنبیوں اور نوکروں وغیرہ کے ساتھ کیوں کر برتاؤ کرنا چاہیے، پانچوں، تصوف کے لئے بیوی بچوں اور دوسرے دنیاوی اور معاشرتی امور کو چھوڑنا پڑتا ہے یہ بالکل غلط ہے یہ جاہل صوفیوں کا مسئلہ ہے جو تصوف کی حقیقت کو نہیں جانتے، غرض دین کے پانچ اجزاء ہیں ان پانچوں کے مجموعہ کا نام دین ہے اگر کسی میں ایک جزو بھی ان میں سے کم ہو تو وہ ناقص دین ہے جیسے کسی کا ایک ہاتھ نہ ہو تو وہ ناقص اخلقت ہے۔¹⁸

"اعمال اخلاق کی فرع ہیں (یعنی اعمال اخلاق سے پیدا ہوتے ہیں) اور اصل محل اعتدال کا، ان کا بیان یہ ہے کہ اخلاق کے تین اصول ہیں یعنی اصل میں تین قوتیں ہیں جن سے اخلاق پیدا ہوتے ہیں قوت عقلیہ، قوت شہویہ اور قوت غضبیہ، حاصل یہ ہے کہ اپنے منافع کے حصول اور مضار کے رفع کے لئے خواہ دنیویہ ہوں یا اثرویہ دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک تو وہ قوت کہ جس سے منفعت و مضرت کو سمجھے وہ قوت عقلیہ ہے اور ایک یہ ہے کہ اس کو منفعت سمجھ کر حاصل کرے یہ قوت شہویہ ہے اور ایک یہ کہ مضرت کو سمجھ کر اس کو رفع کرے یہ قوت دافعہ قوت غضبیہ ہے پھر ان تینوں سے مختلف اعمال صادر ہوتے ہیں پھر ان اعمال کے تین درجے ہیں افراط، تفریط، اعتدال، چنانچہ قوت عقلیہ کا افراط یہ ہے کہ اتنی بڑھے کہ وحی کو نہ مانے، تفریط یہ ہے کہ اتنی گھٹے کہ جہل و سفہ پر اتر آئے اس طرح قوت شہویہ کا ایک درجہ افراط ہے کہ حلال و حرام کی تمیز بھی نہ رہے بیوی اجنبیہ سب برابر ہو جائیں ایک درجہ تفریط یعنی ایسا پرہیز گار بنے کہ بیوی سے بھی پرہیز کرنے لگے یا مال کا ایسا حریص کہ اپنا پر ایسا بھڑکے۔۔۔۔۔ اعتدال کا درجہ شجاعت ہے تو یہ نو چیزیں ہونگی جو تمام اخلاق حسنہ و سنیہ کو حاوی ہیں اور مطلوب درجوں میں صرف تین درجے اعتدال کے ہیں یعنی حکمت، عفت، شجاعت باقی سب رذائل ہیں تو اصول اخلاق حسنہ کے یہ تین ہیں۔"¹⁹

آپ نے اپنی تعلیم اور تصنیفات میں عقائد کی درستگی پر بہت زیادہ زور دیا ہے کیوں کہ عقائد کی اصلاح ہی تربیت صالح کی بنیاد ہیں تو حید پر لکھتے ہیں کہ:

"ایمان باللہ کے معنی یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو موجود مان لے کیونکہ وجود کا انکار تو مشرکین بھی نہ کرتے بلکہ

ایمان باللہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو صفات کمال سے متصف اور صفات نقص سے منزہ سمجھے۔"²⁰

شرک کے بارے میں بتاتے ہیں کہ شرک کی کون سی اقسام ہیں اور اس بات کا علم عام فرد کو نہیں ہو پاتا اور وہ غیر محسوس انداز میں اس میں مبتلا ہوتا چلا جاتا ہے سب سے پہلے اشراک فی العلم ہے، اشراک فی التصرف، اشراک فی العبادۃ اور اشراک فی العادۃ ہے اور ان سے بچنے کی بھرپور کوشش ہونی چاہیے اس کے بعد آپ عقیدہ رسالت کے بارے میں تاکید کرتے ہیں اور اس کی مضبوطی پر زور دیتے ہیں۔

اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ: ایمان جب درست ہے کہ اللہ و رسول کو سب باتوں میں سچا سمجھے اور ان کو مان لے، اللہ و رسول کی کسی بات میں بھی شک کرنا یا اس کو جھٹلانا اس میں عیب نکالنا ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔²¹

زندگی کے نظری مسائل ہوں یا عملی، عقائد ہوں یا عبادات، معاملات ہوں یا اخلاقیات، حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ان میں بہترین انداز اور رویہ اعتدال کا انداز اور رویہ ہے جب اعتدال کی راہ کو چھوڑ دیا جائے تو وزن بگڑ جاتا ہے تو وزن کا بگڑنا قباحت اور نامرادی کا سبب بنتا ہے اس لئے اسلام میں توازن کو پسند کیا گیا ہے اس لئے ہر معاملے میں توازن اختیار کیا جائے، ایک مسلمان کا جو تعلق نبی رحمت ﷺ کے ساتھ بنتا ہے اور اس کے جو تقاضے ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں کہ اس کے بعد ان کو تاہیوں کی نشاندہی بھی کرتے ہیں جو مسلمان عام طور پر روا رکھتے ہیں۔ "جو طبع زمانہ کے "جدید رنگ" میں رنگے ہوئے ہیں ان میں تو یہ کوتاہی شہادہ ہے کہ وہ حب رسول ﷺ کے ساتھ صرف اس قدر دلچسپی رکھتے ہیں کہ دوسری اقوام یا مذاہب سے مقابلہ کی گفتگو کے موقع پر آپ ﷺ کی سوانح عمری میں سے یا آپ کے بعض اقوال و افعال کی حکمتوں میں سے وہ حصہ جس کو تمدن سے تعلق ہے محض اس غرض سے بیان کر دیتے ہیں کہ آپ کے "ادائے" حقوق کے لئے کافی سمجھتے ہیں، باقی نہ اتباع کو ضروری سمجھتے ہیں نہ محبت کا کوئی اثر پایا جاتا ہے ان میں بعض میں محبت کے ظاہری آثار پائے جاتے ہیں۔۔۔"۔²²

اگر آخرت کی فکر دامن گیر ہو تو انسان کے مزاج اور تربیت پر اثرات آتے ہیں آپ لکھتے ہیں کہ:

"دنیا سے دل نہ لگانا اور آخرت کی فکر میں رہنا اس سے دین میں پختگی اور دل میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے اور یہ بات اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ ہمیشہ یوں سوچا کرے کہ دنیا میں ادنیٰ درجہ کی چیز اور پھر ختم ہونے والی ہے خاص کر کے اپنی عمر تو بہت ہی جلد گزر جائے گی اور آخرت ایک شاندار چیز آنے والی ہے جس میں موت تو بہت قریب آن کھڑی ہوگی پھر لگا تار یہ واقعات ہونے شروع ہو جائیں گے قبر کا ثواب، عذاب، قیامت کا حساب کتاب، جنت و دوزخ کی جزاء و سزا"۔²³

"اس وقت دین کے پانچ اجزاء میں سے عوام نے تو صرف دو ہی جز کو داخل دین سمجھا یعنی عقائد و عبادات کو، اور علماء ظاہر نے تیسرے جز کو بھی دین اختیار کیا یعنی معاملات کو، اور مشائخ نے چوتھے جز کو دین قرار دیا ہے یعنی باطنی اخلاق کی اصلاح کو لیکن ایک پانچویں جز کو، کہ وہ آداب معاشرت ہے قریب قریب ان تینوں طبقوں نے الاما شا اللہ اکثر نے تو اعتقاد دین سے خارج اور بے تعلق قرار دے رکھا ہے اسی وجہ سے اور اجزا کی تو کم و بیش خاص طور پر یا عام طور پر یعنی وعظ میں کچھ تعلیم و تلقین بھی ہے لیکن اس جز کا کبھی زبان پر نام تک بھی نہیں آتا"۔²⁴

آداب معاشرت:

آپ نے اپنی کتاب آداب معاشرت میں ایسے آداب تحریر کئے جو انسانی اخلاقیات کو سنوارنے میں اہم کردار ادا

کرتے ہیں کہ اور اس تحریر کے ذریعے آپ کے اخلاقی نظریات کا بھی اندازہ ہوتا ہے ملاقات کے آداب، مہمانی کے آداب، آداب گفتگو، ہدیہ دینے کے آداب، آداب خط و کتابت بڑوں کے لئے آداب بیان کئے گئے ہیں۔ بہشتی زیور میں آپ اخلاقیات پر زور دیتے ہیں تاکہ اخلاق کی درستگی کی صورت میں معاشرتی، سیاسی، اور اخلاقی اصلاح ہو سکے۔

شکر: "خدا تعالیٰ کی نعمتوں سے خوش ہو کر خدائے تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہونا اور اس محبت سے یہ شوق ہونا کہ جب وہ ہم کو ایسی ایسی نعمتیں دیتے ہیں تو ان کی خوب عبادت کرو اور ایسی نعمت دینے والے کی نافرمانی بڑے شرم کی بات ہے یہ خلاصہ ہے شکر کا کہ ظاہر ہے کہ بندے کے پاس ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں ہیں اگر کوئی مصیبت بھی ہے تو اس میں بھی بندے کا فائدہ ہے۔"²⁵

"نعمت کو معنم حقیقی کی طرف سے سمجھنا اور اس سمجھنے سے دو باتیں ضرور پیدا ہوتی ہیں، ایک معنم سے خوش ہونا اور دوسری اس کی خدمت گزاری اور امتثال وادامہ میں سرگرمی کرنا یعنی جو حالت طبعیت کے موافق ہو خواہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری ہو اس حالت کو دل سے خداوند کریم کی نعمت سمجھنا اور اس پر خوش ہونا اور اپنی لیاقت سے اس کو زیادہ سمجھنا اور زبان سے خداوند کریم کی تعریف کرنا اور اس نعمت کا (جو ارج یعنی اعضاء وغیرہ سے) گناہوں میں استعمال نہ کرنا بلکہ اس نعمت کو اس کی رضامندی میں استعمال کرنا شکر ہے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ مخلوق کی پیدائش کے اغراض و مقاصد اور یہ بات معلوم ہو جائے کہ کیا کیا چیز کس کس کام کے لئے پیدا ہوئی ہے۔۔۔ شکر کا انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ اس کا اثر طبع اور جو ارج اور حرکات و سکنات میں نمایاں ہو یعنی تمام اعتقادات، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت وغیرہ شریعت کے مطابق ہوں۔"²⁶

اصلاح و تربیت:

اس کے علاوہ جب بھی کوئی اصلاح و تربیت کا تعلق قائم کرنے کے لئے رابطہ کرتا تو آپ اسے قرآن کسی قاری سے سیکھنے کی تلقین کرتے حتیٰ کہ بعض اوقات اچھے بھلے پڑھے انسان کو قرآن سیکھنے پر لگا دیتے۔

قرآن کی تفہیم: آپ نے قرآن کو اصلاح کا ذریعہ بنایا اور 'بیان القرآن' نامی مشہور و معروف تفسیر لکھی تاکہ لوگ قرآن کو باآسانی سمجھ سکیں آپ ایک طالب علم کو کہتے ہیں کہ "حضور ﷺ نے جو ترکیب قرآن پڑھنے کی بتائی ہے کہ جو پڑھو خیال کرتے جاؤ کہ یہ زبان سے نکل رہا ہے حضرت بڑا مزہ آرہا ہے اللہ پاک حضور ﷺ کو جزائے خیر دے۔"²⁷

ذکر و فکر: ذکر کو بھی تربیت کا ذریعہ بناتے ہیں اور ذکر کی اہمیت کے پیش نظر آپ طالبین کو ذکر کی تلقین کرتے اور اس سلسلے میں ایک باقاعدہ دستور العمل بنایا جو طالبین کے حوالے کرتے اور ذکر کو اس قدر اہمیت دیتے کہ طالب

علموں کے خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "مطالعہ کتب مقصود بالغیر ہے اور ذکر و صلوة مقصود بالذات مقصود بالغیر بقدر ضرورت ہونا چاہیے اور مقصود بالذات مستقلاً"۔²⁸

صحبت صالح: "آپ صحبت صالح پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں، ابتداء ہی میں اپنی اولاد کو کسی بزرگ کی صحبت میں وقتاً فوقتاً رکھئے اور خود بھی رہیے اس کی صحبت میں خدا تعالیٰ نے اصلاح کا اثر رکھا ہے"۔²⁹

نرمی: نرم گوئی دلوں کو جیتنے اور اذہان کو مسخر کرنے کا موثر ترین ہتھیار ہے جو کام تیر و شمشیر سے نہیں ہو پاتا، وہ بیٹھے بول کر دیتے ہیں آپ اصلاح کے معاملے میں نرم و شفیق تھے۔

صبر: نفس کو دین کی باتوں کا پابند رکھنا اور دین کے خلاف اس سے کوئی کام نہ ہونے دینا اس کو صبر کہتے ہیں اور اس کے کئی موقع ہیں، ایک موقع یہ ہے کہ آدمی چین و امن کی حالت میں ہو، خدائے تعالیٰ نے صحت دی ہو، مال و دولت عزت آبرو، نوکر چاکر آل اولاد، گھر بار، ساز و سامان دیا ہو، ایسے وقت کا صبر یہ ہے کہ دماغ کو درست رکھا جائے نہ کہ انسان تکبر میں مبتلا ہو جائے۔

اخلاص نیت: دین کا جو بھی کام کرے اس میں کوئی دنیا کا مطلب نہ ہونے تو دکھلا وہ ہونے ایسا مطلب ہو جیسے کسی کے پیٹ میں گرانی ہے اس نے کہا اور روزہ رکھ لیں، روزے کا روزہ ہو جائے گا اور پیٹ ہلکا ہو جائے گا یا نماز کے وقت پہلے سے وضو ہو مگر گرمی بھی ہے اس لئے وضو تازہ کر لیا کہ وضو بھی تازہ ہو جائے گا اور ہاتھ پاؤں بھی ٹھنڈے ہو جائیں گے، یا کسی سائل کو دیا کہ اس کے تقاضے سے جان بچی اور یہ بلا ٹلی۔ یہ سب باتیں سچی نیت کے خلاف ہیں طریقہ اس کا یہ ہے کہ کام کرنے سے پہلے خوب سوچ لیا کرے اگر ایسی بات کا اس میں میل پاوے اس سے دل کو صاف کر لے"۔³⁰

"اپنی طرف سے صرف اللہ تعالیٰ کے تقرب و رضا کا قصد رکھنا اور مخلوق کی خوشنودی و رضامندی یا اپنی کسی نفسانی خواہش کو ملنے نہ دینا اخلاص ہے اخلاص کے وجود اور مدعا تین درجات ہیں ایک یہ کہ فعل کے وقت غایت صحیحہ کا قصد ہو یہ تو غایت اخلاص ہے اور یہی مقصود اور مرتبہ کمال کا ہے دوسرے یہ کہ غایت فاسدہ کا قصد ہو یہ بالکل اخلاص کے خلاف ہے ایک یہ کہ کچھ بھی قصد نہ ہو، نہ غایت صحیحہ کا نہ غایت فاسدہ کا بلکہ یونہی معمول کے موافق ایک کام کر لیا یہ درجہ بین بین ہے اس کو اخلاص سے اتنا بعد نہیں جتنا دوسرے درجہ کو بعد ہے اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک صورت تو یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں اور قصد یہ ہو کہ خداوند کریم ہم سے راضی ہوں گے اس کے سوا کوئی نیت نہ ہو یہ اخلاص کا درجہ کمال ہے ایک صورت یہ ہو کہ نماز پڑھتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو دکھانے کا خیال ہو کہ فلاں شخص ہمارے خشوع و خضوع کو دیکھ کر ہمارا معتقد ہو جائے گا یہ بالکل اخلاص کے خلاف ہے ایک یہ صورت ہے کہ ہم معمول کے موافق نماز پڑھ لیں نہ وہ خیال دل میں ہو اور نہ یہ خیال ہو یہ مرتبہ بین بین ہے"۔³¹

تواضع: تواضع الہیہ کی حقیقت یہ ہے کہ حقیقت میں اپنے کو لاء شے سمجھے اور ہیچ سمجھ کر تواضع کرے، اپنے کو رنعت کا اہل نہ سمجھے اور سچ سچ اپنے کو مٹانے کا قصد کرے، اس کی اصل مجاہدہ نفس ہے کیونکہ تواضع اس کا نام نہیں کہ زبان سے خاکسار، نیاز مند، ذرہ بے قدر کہہ دیا، بلکہ تواضع یہ ہے کہ اگر کوئی تم کو ذرہ بے قدر سمجھ کر برا بھلا کہے اور ذلیل کرے تو تم کو انتقام کا جوش پیدا نہ ہو اور نفس یوں سمجھا کہ واقعی ایسا ہی ہے پھر کیوں برا ماننا اور کسی کی برائی سے کچھ رنج و اثر نہ ہو تو یہ تواضع کا اعلیٰ درجہ ہے۔³²

توبہ کا بیان: "خطا کو یاد کر کے دل کا دکھ جانا اور اس کے لئے لازم ہے کہ اس گناہ کا ترک کر دینا اور آئندہ کو پختہ ارادہ رکھنا کہ اب نہ کریں گے اور خواہش کے وقت نفس کو روکنا (توبہ کہلاتا ہے) توبہ کے لئے ضروری ہے۔"³³

عفو در گذر: عزیمت توبہ ہے فن عفا و صلح فاجرہ علی اللہ (پس جس نے معاف کر دیا اور در گذر کی پس اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے) یعنی اعلیٰ درجہ اس وقت یہی ہے کہ در گذر کر لے اور اس کو موکد کیا ہے ان اللہ لا یحب الظالمین (اللہ تعالیٰ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتے) سے گویا تہدید کر دی کہ بدلہ لو تو اس کا اہتمام کر کے لینا کہ ذرا بھی زیادتی نہ ہونے پائے اگر انتقام میں زیادتی ہوئی تو تم بھی ظالم ہو گے اور ظالم حق تعالیٰ کے نزدیک مغضوب ہے اس کو سننے کے بعد جس کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت ہے وہ ڈر ہی جائے گا۔"³⁴

توکل: آپ توکل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "صرف وکیل یعنی کار ساز پر قلب کا اعتماد کرنا (توکل ہے) اس کی وہی حقیقت ہے جو توکیل کی ہے وکیل بنانے کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کام کو خود نہیں سمجھ سکتے اس کو دوسرے کے سپرد کر دیا جاتا ہے کہ اس کے بتلانے کے موافق کرتا رہے پس توکل بھی یہی ہے کہ خدا کے سپرد کام کر کے تدبیر کریں اور جو بتائیں کرتے جائیں (یعنی شریعت کے اصول کو پیش نظر رکھ کر ہر کام میں اسباب کے ماتحت کوشش کریں۔"³⁵

اخلاق ذمیمہ سے بچنا: آپ اخلاق عالیہ کے ساتھ ساتھ اخلاق ذمیمہ کو بھی بیان کرتے ہیں تاکہ اخلاق حسنہ کو اپنانے میں آسانی رہے اور نفس انسانی ان سے دور رہے "اخلاق ذمیمہ چند چیزیں ہیں آفات لسان (کذب و غیبت وغیرہ) اسراف، بخل، بغض، تکبر، حب جاہ، حب دنیا حرص، حسد، ریا، شہوت عجب، غضب وغیرہ ان چیزوں کا زائل کرنا ضروری ہے اور اخلاق رذیلہ کا مختصر علاج یہ ہے کہ "تامل و تحمل" یعنی جو کام کریں سوچ کر کریں کہ شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جلدی نہ کریں بلکہ تحمل سے کام کریں، آپ کے حکیمانہ طریق تربیت و اصلاح میں کیفیات، مکاشفات، مناجات اور کرامات پر زور نہیں تھا بلکہ سارا زور عقائد کی درستگی، عبادات، معاملات، معاشرت اور طریقیت کی پابندی پر تھا، آپ بیعت و ارشاد اور وظائف سے زیادہ تعلق مع اللہ کی جانب توجہ دلاتے، فرمایا کرتے تھے کہ اتباع سنت اور ظاہر و باطن میں ادا امر و نواہی پر عمل ہر شخص پر فرض ہے اور یہی تصوف ہے آپ کی نگاہ میں حقوق العباد کی ادائیگی

وظائف سے بدرجہا بہتر و اولیٰ ہے کیونکہ ان کے ترک سے مواخذہ ہوتا ہے جبکہ ثانی کے ترک سے مواخذہ نہیں ہوگا، اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کے بغیر ذکر و افکار بے نفع ہیں۔³⁶

حب دنیا کا علاج: "فرمایا کہ حب دنیا کے علاج میں یہ مراقبہ نہایت مفید ہے کہ قبر میں اس طرح کفن گل گیا اعضاء منتشر ہو گئے موت سے لوگ گھبراتے ہیں لیکن مومن کے لئے موت بڑی مسرت کی چیز ہے یہ وہ پل ہے جس سے گذر کر محبوب تک رسائی ہوگی باقی طبعی تکلیف ایسی ہے جیسے بچے کو آپریشن کروایا جاتا ہے وہ اس پر روتا ہے چلاتا ہے مگر مربی خوش ہے کہ یہ اب اچھا ہو جائے گا"³⁷

بخل اور اسراف کا علاج:

"فرمایا کہ آج کل اس کی شکایت عام ہے کہ مسلمانوں میں فضول خرچی کا مادہ بہت زیادہ ہے اس کا اصلی سبب بد انتظامی ہے، ضروری چیز ہے اور تجربہ ہے کہ بدون بخل کے انتظام مشکل ہے اور فضول خرچی بند نہیں ہو سکتی اس لئے اسی قدر بخل کی ضرورت ہے اور یہ درجہ بخل کا چونکہ ضرورت کا ہے اس لئے مذموم نہیں۔"³⁸

اصلاح باطن:

مولانا تھانوی نے بہت سارے قابل لحاظ کام سر انجام دیئے لیکن جو کام آپ کا تعارف ہے وہ اصلاح و تربیت باطن ہے جسے اصطلاح میں تصوف کہتے ہیں تصوف کی ابتداء میں تزکیہ باطن، لیکن حالات، جذبات اور رسمیات کی گرد پڑتی رہی اور اس کے صحیح تصور کو غبار سے اٹ گیا، مولانا تھانوی نے تصوف کا صحیح تصور بھی پیش کیا اس کے ساتھ ساتھ کشف و کرامات، قبض و بسط اور وسواس کے بارے میں غلط مفروضات اور سوالات کا جواب دیا ہے تصوف کیا ہے اس کے بارے میں آپ لکھتے ہیں کہ:

حقیقی تصوف صرف علم باعمل وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے اور جو سالک کے اختیار میں ہے، اس کے علاوہ سب چیزیں زائد ہیں، نہ اس میں کشف کرامات ضروری ہیں، نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے، نہ دنیا کی کار بر آری کا وعدہ ہے کہ تعویذ گنڈوں سے کام بن جاویں، نہ دنیا کے کام خود بخود ہو جاویں۔۔۔۔۔ بلکہ تصوف اس لئے ہے کہ اس کا اصل مقصود حق تعالیٰ کو راضی کرنا ہے جس کا ذریعہ شریعت کے حکموں پر پورے طور پر چلنا ہے۔³⁹

تصوف کوئی نئی چیز نہیں بلکہ یہی نماز، روزہ تصوف ہے اور یہ اعمال مقصود ہیں مجاہدہ کی ضرورت صرف نماز، روزہ بنانے کے لئے ہے تصوف کا خلاصہ صرف مع العمل ہے۔⁴⁰

ہندوستان میں ہندوؤں کے جوگ اور ویدانت کے اثر سے اس میں بہت سے مسائل ایسے شامل ہو گئے جو اسلام کی روح کے منافی نہ تھے، حتیٰ کہ وحدت الوجود، واحدت الشہود و لطائف و دوایر کے مباحث و اعمال بھی اصل فن سے قطعاً

الگ ہیں، جو یا تو علم الکلام و فلسفہ یا ادہام و خیالات و احوال سے وابستہ ہیں جن کا تعلق نفسیات سے ہے اصل چیز جو اخلاص فی الدین، طلب رضا، حصول قرب اور اعمال و اخلاق، قلب و مقامات ہیں اور جن سے مقصود رذائل سے پاکیزگی اور فضائل سے پاکیزگی اور فضائل سے آراستگی ہے تمام متروک ہو گیا ہے، صدیوں کے بعد حضرت مجدد الملت کی تجدیدی مساعی نے اس فن کو پھر سلف صالحین کے رنگ میں پیش کیا اور ہر قسم کے اضافوں اور آمیزشوں سے پاک کر کے کتاب و سنت کے نور میں اس تاریک زمانہ کے اندر پھر ظاہر کیا گیا، اور زبان و حکم سے ان مسائل پر اتنا کچھ اور بیان فرمایا کہ اب طالب پر اصل طریق کا کوئی گوشہ اندھیرے میں نہیں رہا اس سلسلہ میں پہلی کاوش "قصد السبیل" ہے جو پچاس ساٹھ صفحات کا مختصر رسالہ ہے، لیکن اس کوڑھ میں دریا بند ہے، فن و سلوک کے وہ تمام حقائق اور تعلیمات جو ساہا سال میں معلوم ہو سکے ہیں اور جن کے نہ جاننے سے سالکین و طالبین غلط راستوں پر پڑ کر منزل مقصود کو گم کر دیتے ہیں اس میں لکھ دیئے گئے اگر طالب صادق صرف اسی رسالہ کی تکمیل میں صرف اسی رسالہ کی تکمیل میں صرف کر دے تو انشاء اللہ کافی وافی ہے"۔⁴¹

حضرت مجدد الملت نے اس فن کے مسائل کو سب سے پہلے کلام پاک سے مستنبط فرمایا اور اس کے متعلق "مسائل السلوک من کلام الملک الملوک" اور تائید الحقیقۃ بالایات لاعتیقہ" کے نام سے دو رسالے تالیف فرمائے ہیں پھر ان مسائل سلک کی تشریح فرمائی جن کے ماخذات احادیث نبوی اور سنت صحیحہ ہیں اور یہ "التشریح" اور "حقیقۃ الطریقہ" "من السنۃ الائتیقہ" میں مدون ہیں۔ سلسلہ اصلاح و تربیت میں حضرت کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ عموماً واعظین صرف عقائد و عبادات پر گفتگو فرماتے ہیں، حضرت ان چیزوں کی اہمیت کے ساتھ مسلمانوں کے اخلاق و معاملات اور عملی زندگی کے کاروبار کی اصلاح پر زور دیتے ہیں بلکہ اپنی تربیت و سلوک کی تعلیم میں بھی ان پر برابر کی نظر رکھتے تھے، حالانکہ عام مشائخ نے اس سبق کو صدیوں سے بھلا دیا تھا۔⁴²

علاوہ اس سلسلہ کی اہم کڑی حیاۃ المسلمین ہے جس میں قرآن پاک کی آیات و احادیث نبویہ کی روشنی میں مسلمانوں کی دینی و دنیاوی ترقی و فلاح کا پروگرام فرمایا ہے۔⁴³

مولانا فرماتے ہیں کہ: "مواعظ کے مطالعہ کے وقت دوام کا خیال نافع ہے ایک یہ کہ ان میں کن کون سی برائیاں لکھی ہیں جو ہم میں ہیں، ان کے ازالہ کی فکر کریں اور کون کون سی خوبیاں لکھی ہیں جو ہم میں نہیں، ان کی تحصیل کی فکر کرو"۔⁴⁴

اصلاح تصوف:

کی طرف توجہ کی اور اس کے اندر جو بدعات اور باطل نظریات تھے انہیں ختم کیا اور اصلاح کے لئے بہترین ادب تخلیق کیا، اصل شے جو اخلاص فی الدین، طلب رضا، حصول قرب اور اعمال و اخلاق، قلب و مقامات ہیں

اور جن سے مقصود ورائٹل سے پاکیزگی اور فضائل سے آراستگی ہے تمام تر متروک ہو گیا ہے صدیوں کے بعد حضرت مجدد الملت کے تجدیدی مساعی نے اس فن کو پھر سلف الصالحین کے رنگ میں پیش کیا اور ہر قسم کے اضافوں اور آمیزشوں سے پاک کر کے کتاب و سنت کے نور میں اس تاریک زمانہ کے اندر پھر ظاہر کیا گیا اور زبان و حکم سے ان مسائل پر اتنا کچھ اور بیان فرمایا کہ اب طالب پر اصل طریق کا کوئی گوشہ اندھیرے میں نہیں رہا۔"⁴⁵

خواتین کی تعلیم و تربیت:

خواتین کی اصلاح پر بہت زیادہ زور دیتے تھے، آپ نے خواتین کے تعلق سے جتنی چیزیں لکھی ہیں شاید ہی کسی اور نے لکھی ہوں، وہ نہ صرف خواتین کے مسائل سے واقف تھے بلکہ ان کی نفسیات سے بھی واقف تھے یہی وجہ ہے کہ جابجا ان کی تحریروں میں خواتین کے نفسیاتی، معاشرتی اور عائلی مسائل اور اس کا حل موجود، انہوں نے جس طرح کھل کر عورتوں کے مسائل، ان کے گھریلو جھگڑوں، ان سے افہام و تفہیم، ان کی نفسیات، ان کے احساسات و جذبات کے بارے میں لکھا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی وہ تمام علوم و معارف سے واقف تھے۔

"حضرت تھانویؒ کا نظریہ خواتین کے تعلق سے بالکل صاف تھا وہ بہت بڑے مصلح تھے اس لئے ان کے نزدیک خواتین کی اصلاح زیادہ ضروری تھی کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ جب کوئی مرد بگڑتا ہے تو ایک گھر تباہ ہوتا ہے لیکن اگر کوئی خاتون بگڑتی ہے تو پورے معاشرے پر منفی اثر پڑتا ہے خواتین کے تعلق سے حضرت تھانویؒ کا نظریہ عصری تقاضوں سے ہم آہنگ تھا، ان کا ایک ایک قول سماجی اصلاحات کی کلید ہے افسوس کہ آج کے علماء کرام نے ان سے استفادہ کرنے کی بجائے لایعنی اور ناقابل عمل باتوں پر زیادہ توجہ دی اور سماجی تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے خواتین کی اصلاح کے لئے کوئی کارگر تحریک شروع نہیں کی، کسی نے کوئی تحریک چھیڑی بھی تو وہ اتنی بھدی اور مضحکہ خیز رہی کہ اختلافات کا شکار ہو کر رہ گئی، آپ جانتے تھے کہ بچوں کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہوتا ہے اس لئے ماں کی گود کا صحیح ہونا ضروری ہے، خواتین اگر صحیح ہوں تو ان کی اولاد صالح ہوگی ورنہ آج کے یہ حالات ہیں کہ ماں اپنے بیٹے سے، بہن اپنے بھائی سے، بیٹی اپنے باپ کے ظلم سے محفوظ نہیں اس معاشرتی بگاڑ کے لئے عورتوں سے زیادہ مرد حضرات ذمہ دار ہیں، آپ عورتوں کی اصلاح اور اصلاح معاشرہ کے تعلق سے بہت حساس واقع ہوئے تھے اس احساس نے آپ کو بہشتی زیور جیسی معرکہ الارآکتاب لکھنے پر مجبور کیا۔"⁴⁶

"ایک مدت سے ہندوستان کی عورتوں کے دین کی تباہی دیکھ کر قلب دکھتا تھا اور اس کے علاج کی فکر میں رہتا تھا اور زیادہ وجہ فکر کی یہ تھی کہ یہ تباہی صرف ان کے دین تک محدود نہیں تھی بلکہ دین سے گزر کر ان کی دنیا تک پہنچ گئی تھی اور ان کی ذات گرامی سے گزر کر ان کے بچوں بلکہ بہت سے آثار سے ان کے شوہروں تک اثر کر کے جس رفتار

سے یہ تباہی بڑھتی جاتی تھی اس کے اندازہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر چندے اور اصلاح نہ کی جائے تو شاید یہ مرض قریب قریب لا علاج کے ہو جاوے اس لئے علاج کی فکر زیادہ ہوئی، اور چوں کہ بچے ان کے گودوں میں پلتے ہیں زبان کے ساتھ ان کا طرز عمل ان کے خیالات ساتھ ساتھ دل میں جھتے جاتے ہیں جس سے دین تو ان کا تباہ ہی ہے مگر دنیا بھی بے لطف اور بد مزہ ہو جاتی ہے"۔⁴⁷

"مولانا تھانوی لکھتے ہیں کہ واقعی ان عورتوں کی فضول خرچیوں کی بدولت بالخصوص پان اور لباس اور آرائش اور رسوم و تقریبات میں مسلمان پنپ نہیں پاتے اور ان کے گھر کو جائیداد کو تجارت کو گھن سا لگ رہا ہے کہ آہستہ آہستہ بالکل خاتمہ ہو جاتا ہے بلکہ بلکہ ان اخراجات کی بدولت دنیا کے ساتھ ان کا دین تک برباد ہو جاتا ہے ملازم مردوں کی رشوت کے زیادہ حصہ کی ذمہ داری یہی فضول خرچیاں ہیں ورنہ اکثر گھروں میں دنیا کی بھی رونق رہے اور مردوں کا تقویٰ بھی محفوظ رہے"۔⁴⁸

حضرت تھانوی کے یہ الفاظ معاشرتی اور ازدواجی زندگی کی بقاء کے رہنماء اور زریں اصول ہیں۔ "میں مردوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ عورتوں کو فرمائشوں کا زیادہ تر سبب ان کا باہم ملنا جلنا ہے جب یہ محفلوں میں جمع ہوتی ہیں تو ایک دوسرے کو دیکھ کر حرص کرتی ہیں کہ کاش میرے پاس بھی فلاں ساز یور اور کپڑا ہو"۔⁴⁹

آپ خواتین کے احترام پر بہت زیادہ زور دیتے تھے آپ کا نظریہ تھا کہ جب تک معاشرے میں خواتین کا احترام نہیں کیا جائے گا اس وقت تک صالح معاشرہ کا تصور ممکن نہیں اور صالح معاشرہ کے بغیر صالح افراد کی کھپ تیار نہیں ہو سکتی وہ کہتے ہیں کہ: "ہر صوت میں مردوں کو اپنی بیویوں کا احترام کرنا چاہیے دودر جہ کی وجہ سے، ایک تو بیوی ہونے کی وجہ سے وہ ان کے ہاتھ میں قید ہیں اور یہ بات جو ان مردی کے خلاف ہے کہ جو ہر طرح اپنے بس میں ہو اس کو تکلیف پہنچائی جائے، دوسرے دین کی وجہ سے کیوں کہ تم مسلمان ہو وہ بھی مسلمان ہیں اور یہ کہ کسی کو معلوم نہیں کہ دین کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون زیادہ مقبول"۔⁵⁰

آپ عورتوں کی بیجا آزادی کے قائل نہ تھے، آپ عورتوں کو معاشرے کی تشکیل میں ایک اہم عنصر تصور کرتے تھے وہ مغرب کے اس نظریہ کے خلاف تھے جس میں عورتوں کو ایک بازاری شے اور اشتہار بنا کر رکھ دیا جائے آپ لکھتے ہیں کہ: "غور کیا جائے تو یورپ اور امریکہ کی عورت مساوات کا دعویٰ محض ایک دعویٰ بلا دلیل ہے کیوں کہ یورپ اور امریکہ میں عورت کی جو مٹی مساوات کے نام پر پلید ہو رہی ہے زمانہ جاہلیت میں بھی ایسی مٹی پلید نہیں ہوئی تھی عورت کو ایک اشتہار بنا کر ٹیلی ویژن اسکرین پر مقید کر دیا گیا ہے اور اسے برہنہ کر کے چوک میں کھڑا کر دیا گیا ہے جو ہر کوئی آتا جاتا شخص حریمانہ اور شہوانہ نگاہوں سے دیکھ رہا ہے اگر مساوات اس شے کا نام ہے تو اسلام ایسی مساوات پر ہزار لعنتیں بھیجتا ہے"۔⁵¹

آپ نے تعلیم کو عام کیا خواتین کی تعلیم و تربیت پر توجہ دی اور ان کے لئے ایسی کتابیں تصنف کیں جنہیں پڑھ کر وہ اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے سرانجام دے سکیں، اور اصلاح معاشرہ میں خواتین کے کردار کو فعال کیا، اپنے وقت میں اور دور جدید میں یہ کتاب عورتوں کے لئے انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ اس کے مضامین، اس کے ابواب و فصول اور اس کا اسلوب بیان اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ "اس سے اہل علم اور عوام و خواص سبھی ایک اسلامی زندگی کی تشکیل و تشریح میں مستقل طور سے استفادہ کر سکتے ہیں اور اس سے اپنے علم اور معلومات میں بیش قیمت اضافہ کر سکتے ہیں"۔⁵²

معاشرتی رسوم و رواج:

"آپ نے معاشرتی رسوم و رواج کو ختم کیا اور اس کو عملاً ختم کرنے کے لئے کوششیں کیں اور اس پر کتب بھی تحریر کیں مثلاً "اصلاح رسوم" اور "بہشتی زیور لکھی ان کتب کے اندر آپ نے ان رسومات کی نشاندہی کی جو معاشرے کے اندر اخلاقی تنزل کا باعث بن رہی تھیں ان کے خاتمے کے لئے عملاً جدوجہد کی اپنی ہمیشہ کی شادی میں خود عملی مثال قائم کی اور انتہائی سادگی کے ساتھ ان کی شادی کیا اور اس طرح سے معاشرے کے اندر عملی مثال پیدا کی اور شادی بیاہ کی رسومات کی عملی تردید کی"۔⁵³

"معاشرے کے اندر ہندوانہ رسومات کو ختم کرنے پر زور دیا، مسلمانوں کی اصلاح کی جو دقیق نظر ان کو بارگاہ الہی سے عنایت ہوئی تھی اس کا اندازہ ان کی اصلاحی کتابوں سے بخوبی ہو سکتا ہے، اصلاح کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ بچوں، طالب علموں، عورتوں سے لے کر مردوں اور علماء و فضلاء کے حلقہ تک پھیلا ہوا ہے اور سب کے لئے مفید ہدایات کا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے دوسری طرف ان کی اصلاحات کی وسعت یہ ہے کہ مجالس و مدارس اور خانقاہوں سے شروع ہو کر شادی غمی کی رسوم اور روزمرہ زندگی تک محیط ہیں غرض ایک مسلم جہد اپنی زندگی میں رخ کرے ان کے قلم نے شریعت کی ہدایت کا پروگرام تیار کر رکھا ہے"۔⁵⁴

"اصلاح الرسوم، صفائی معاملات امت، اصلاح انقلاب امت، بہشتی زیور، اور بہشتی گوہر وغیرہ جیسی ہر کتاب کا منشاء یہ ہے کہ مسلمانوں کی اخلاقی، اجتماعی معاشرتی زندگی خالص اسلامی اور شرعی نچ پر ہو اور ان کے سامنے وہ صراط مستقیم مکمل جائے جو ہدایت کی منزل مقصود کی طرف جاتی ہے"۔⁵⁵

نظام تعلیم:

مسلمانوں کے نظام تعلیم پر بھی آپ کی کاوشوں کے اثرات آتے ہیں خاص طور پر مدارس کے نصاب کے بارے میں آپ فکر مند بھی ہوتے تھے اور نصاب مدارس میں آپ نے نئی کتابیں، نئے علوم و مضامین اور نئے نصاب متعارف

کرائے اور ان کی اہمیت پر تاکید کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں اصل مقصود یعنی قرآنی علوم کے تعلق سے عام بے رغبتی اور طلبہ کی نااہلیت کے وہ شدت کے ساتھ شاک تھے اور برملا طور پر اس طرح اپنے رنج اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے آپ کا نقطہ نظر بہت واضح ہے کہ اصل چیز نصاب نہیں، دوسرے لفظوں میں نصاب کی اپنی کوئی قدر نہیں، اصل قدر اس نتیجے کی ہے جو اس سے برآمد ہوتا ہے ایک دور رس مفکر کی طرح ان کی نگاہ اصلاحی دینی اور سماجی تقاضوں پر مرکوز ہے، اس ضمن میں وہ ماضی کے احوال اور مستقبل کے درپیش چیلنجوں کی بھی خبر رکھتے ہیں ان کے نزدیک سب کا عالم بننا ضروری نہیں بلکہ کچھ افراد کو دنیاوی امور کی بجا آوری کی ادائیگی کی تعلیم حاصل کرنا چاہیے جس کے اندر عالم بننے کی استعداد اور قابلیت ہو اسے ہی اس میدان میں آگے آنا چاہیے، آپ نے نصاب کی مدت مقرر کرنے کی تجویز بھی دی ہے اور نصاب کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے پر زور دیا ہے۔

نصاب تعلیم:

ایک نصاب تو ان لوگوں کے لئے ہونا چاہیے جن کو عربی پڑھنے کے لئے فراغت اور فرصت ہے، دوسرا نصاب تو ان لوگوں کے لئے ہونا چاہیے جن کو عربی پڑھنے کا شوق ہے مگر فرصت کم ہے، تیسرا نصاب عربی میں ان لوگوں کے لئے ہونا چاہئے جو عربی نہیں پڑھ سکتے، ان لوگوں کو اردو میں ضروریات دین پڑھا کر عقائد و معاملات سے آگاہ کر دینا چاہئے، چوتھا نصاب ان بوڑھے لوگوں کے لئے مقرر کرنا چاہئے جو اردو بھی نہیں پڑھ سکتے آپ نے اس بات کی بھی تجویز دی ہے کہ معاشی طور پر خوش حال افراد کو طویل تعلیم دی جائے اور معاشی طور پر تنگ دست افراد کو بنیادی دینی تعلیم دینے کے بعد معاشی امور کی طرف بھیج دیا جائے آپ مدارس کے نظام میں بہتری اور تبدیلی کے خواہش مند تھے۔ مولانا تھانوی کے تعلیمی نظریے کے چند اور بنیادی اور قابل غور نکات ہیں وہ انگریزی تعلیم یا علوم عصریہ کے مخالف نہیں ہیں البتہ وہ اس بات کو ضرور سمجھتے ہیں کہ پہلے قرآن اور بنیادی دینی تعلیم سے بچوں کو آشنا کیا جائے اس کے بعد علوم سے آراستہ کرنے کی کوشش کی جائے مولانا تھانوی کی بحیثیت ایک عالم و صاحب خانقاہ صوفی خصوصیت یہ ہے کہ وہ صرف مدارس کا رخ کرنے والے، جدید سروے کے مطابق ڈھائی تین فیصد قوم کے بچوں کی ہی تعلیم کی فکر نہیں کرتے بلکہ ان کا نظریہ عمومی تعلیم کا ہے جس میں خصوصیت دینی تعلیم کو حاصل ہے آپ عملیت پسندی پر زور دیتے ہیں آپ کی ان اصلاحی تجاویز کا مدارس پر اثر نظر آتا ہے آج عصر حاضر میں مدارس میں جدید تعلیم کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اخلاق و عبادات، رسوم و حرفات، سیاست و معاشرت، عقائد و اعمال غرض یہ کہ آپ کو جہاں بھی کوئی سقم نظر آیا، آپ اس کی اصلاح کے لئے کمر بستہ ہو گئے، فقہ کے نئے نئے مسائل مستنبط کئے، بچوں، بوڑھوں،

جانوں، عورتوں، مردوں، جاہلوں، عالموں، زاہدوں، فاسقوں غرض یہ کہ ہر ایک کی اصلاح کا بندوبست کیا، علم کی اہمیت کو اجاگر کیا، دین کی فروعات کو چھوڑ کر اصل بنیادوں کو چھوڑنے کا حکم دیا۔

آپ نے حسن معاشرت، صلہ رحمی، عدل و احسان، پابندی وقت پر ہر شعبے کو منور کیا، دنیا میں حسن نیت کو حسن عمل کا معیار قرار دیا۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ "وہ قرآن پاک کے مترجم ہیں، مجدد ہیں، مفسر ہیں اس کے شکوک و شبہات کے جواب دینے والے ہیں، محدث، احادیث کے اسرار و نکات کے ظاہر کرنے والے ہیں، نئے سوالوں کو حل کیا ہے، وہ خطیب تھے، وہ واعظ تھے، ان کے سینکڑوں وعظ چھپ کر عام ہو چکے ہیں، وہ صوفی تھے تصوف کے اسرار و غوامص فاش کیا، شریعت اور طریقت کی ایک مدت کی جنگ کو خاتمہ کر کے دونوں کو ایک دوسرے کے ہم آغوش کیا"۔⁵⁶

جدوجہد پاکستان میں شمولیت:

یہ آپ کی فراست ایمانی تھی کہ آپ نے علانیہ مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور پاکستان بنانے کی جدوجہد میں حصہ لیا آپ نے سلاست روی کا طریقہ اختیار کیا آپ اعتدال، اصاف اور معاملہ فہمی کا پورا خیال رکھتے تھے اور ملکی معاملات پر آپ کی نگاہ دور رس نتائج پر ہوتی۔⁵⁷

اخلاق کے حوالے سے آپ کے خیال و نظریات سے یہ بات بھی پتہ چلتی ہے کہ آپ امت کے راہنماؤں کی اصلاح کے متعلق کتنا فکر مند ہوتے تھے "اس سلسلے میں حضرت تھانوی کے بھتیجے اور خادم خاص نے مئی 1938ء کا ایک واقعہ رقم کیا ہے، لکھتے ہیں کہ "ایک روز دوپہر کا کھانا کھا کر میں اپنے دفتر میں کام کر رہا تھا، جو حضرت حکیم الامت کی سردری کے سامنے تھا، حضرت دوپہر کا کھانا کھا کر قبولہ کے لئے خانقاہ میں تشریف لائے، اپنی سہ دری پہنچ کر مجھے آواز دی، میں حاضر ہو گیا، حضرت سر جھکائے کچھ متفکر نظر آئے، دو تین منٹ کی خاموشی کے بعد سر اٹھایا اور فرمایا "کہ ہم سلطنت کے طالب نہیں، ہم کو تو صرف یہ مقصد رہے کہ جو سلطنت قائم ہو وہ دیانت دار امانت دار لوگوں کے ہاتھ میں ہو اور بس تاکہ اللہ کے دین کا بول بالا ہو، یہ سننے کے بعد مولوی شبیر علی "کہ حضرت یہ بتائیں کہ پھر تبلیغ نیچے کے طبقے یعنی عوام سے شروع ہو یا اعلیٰ طبقے یعنی خواص سے، حضرت نے فرمایا کہ اوپر کے طبقے سے کیونکہ وقت کم ہے لہذا اور "الناس علیٰ دین ملو کم" اگر خواص دین دار دیانت دار بن گئے تو انشا اللہ عوام کی یہی اصلاح ہو جائے گی"۔⁵⁸

حکیم الامت نے اس تبلیغی جدوجہد کے لئے قائد اعظم کو منتخب کیا، ان کو اس طرف متوجہ کرنے کے لئے ایک وفد مرتب کیا گیا، وفد کا امیر برصغیر پاک و ہند کی عظیم شخصیت علامہ شبیر احمد عثمانی کو بنایا گیا اور انہوں نے گاہے بگاہے قائد اعظم سے ملاقاتیں کیں، ان کا رویہ بہت ہی محبت اور عزت کا ہوتا آپ نہایت توجہ کے ساتھ بات سنتے اور اس پر عملدرآمد کا وعدہ بھی کرتے اور پھر اس پر عمل بھی فرماتے، قائد اعظم نے فرمایا:

"مسلم لیگ کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم ہے، جس کا علم و تقدس و تقویٰ اگر ایک پلڑے میں رکھا جائے اور تمام علماء کا علم و تقدس و تقویٰ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو اس کا پلڑا بھاری ہوگا، وہ مولانا اشرف علی تھانوی ہیں"۔⁵⁹

حکیم الامت نے قائد اعظم سمیت سیاسی لیڈروں کی اصلاح کی کوششیں جاری رکھیں، انھوں نے وفود بھیجنے کے ساتھ قائد اعظم اور دوسرے مسلم لیگ لیڈروں کو مذہبی اصلاح کے لئے خطوط بھی لکھے۔

نتائج و سفارشات:

عصر حاضر میں معاشرہ جس زبوں حالی کا شکار ہے اس وقت ضرورت ہے کہ اکابرین کی زندگیوں کے حالات و واقعات، افکار و نظریات ان کی علمی، معاشرتی و اخلاقی اصلاح کی جدوجہد کو نسل نو تک پہنچایا جائے۔ معاشرہ میں لادینیت، بے راہ روی، معاشی معاشرتی عدم استحکام اور علمی و اخلاقی تنزلی کے خاتمے کے لئے ہمیں اسلاف کے افکار و نظریات کا ابلاغ موثر طریقہ سے کرنا چاہیے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے تمام موضوعات پر قلم اٹھایا آج عصر حاضر میں ضرورت ہے کہ آپ کے افکار و خیالات اور علمی ذخیرے سے استفادہ کر کے معاشرے میں مثبت تبدیلی لائی جائے۔ نظام تعلیم کو بہتر خطوط پر استوار کرنے کے لئے آپ کے نصاب اور نظام تعلیم کے متعلق تحقیقی کام سے استفادہ کیا جائے۔

خلاصہ بحث:

آپ نے نہ صرف سلسلہ تربیت میں عقائد و عبادات پر گفتگو کی، آپ ان چیزوں کے ساتھ ساتھ، مسلمانوں کے اخلاق و معاملات اور عملی زندگی کے کاروبار کی اصلاح پر زور دیتے ہیں۔ اصلاح ملت کی کوشش میں علمی اور عملی زندگی کے ہر گوشہ پر ان کی نظر تھی، زندگی کے تمام مکتبہ فکر اور ہر عمر کے افراد بچوں، بوڑھوں، نوجوانوں، عورتوں، بچیوں، عالموں، جاہلوں، امیروں غریبوں، استادوں شاگردوں، مزدوروں، زندگی کے تمام مواقع کے لئے اور ان کے احوال کی درستگی کے لئے کوشاں اور فکر مند رہے اور ان کی علمی، فکری اور اخلاقی راہنمائی کی، معاشرے کی خرابیوں معاملات میں کوتاہیوں اور اخلاقی کمزوریوں کے اسباب اور ان کے تدارک کی تجاویز پیش کیں، آپ کی عظیم الشان خدمات کی بدولت لوگوں نے آپ کو مجدد ملت اور حکیم الامت کا خطاب دیا۔ آپ نے اپنی کتاب بہشتی زیور میں عورتوں اور مردوں دونوں کی اصلاح کے لئے ایک واضح لائحہ عمل تجویز کیا ہے، اس کے علاوہ آپ کی انمکت کتب میں ایک صاف پیغام نظر آتا ہے وہ یہ کہ امت صحیح عقائد و تصورات کے ساتھ اپنے معاملات اور کام درست طریقے پر سلیقے، قرینے اور حسن انتظام کے ساتھ انجام دے۔ اس طرح رد بدعات اور اتباع شریعت کے عظیم کام کے ساتھ

ایک تجدیدی کارنامہ جو آپ نے انجام دیا وہ تین محاذوں پر مسلمانوں کی توجہ کو مرکوز کرنا تھا وہ تھے حقوق کی ادائیگی اور معاملات کی بہتری، حسن معاشرت اور حسن انتظام۔

حوالہ جات

- 1 محمد اکرام، شیخ، موج کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص 204۔
- 2 عبدالحی، اشرف المقالات، مجلس صیاناہ المسلمین، پاکستان، سن، 1/73
- 3 اشرف المقالات، ص 1/74
- 4 عبد الرشید، بیس بڑے مسلمان، المکتبہ رشیدیہ، لاہور، سن، ص 308
- 5 اشرف المقالات، 1/171
- 6 عبد الرحمن، سیرت اشرف، لاہور شیخ اکیڈمی بل روڈ، لاہور، 1977ء، 1/68
- 7 اشرف المقالات، 1/240
- 8 عبدالحی عارفی، ڈاکٹر، مآثر حکیم الامت، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، 1397ھ، ص 51
- 9 سلیمان ندوی، سید، اسلام میں دعوت و تبلیغ کے اصول، ادارہ اسلامیات، سن، ص 67
- 10 قاری، محمد طیب، اصول دعوت اسلام، ادارہ دعوت حق، حیدر آباد، سن، ص 14
- 11 کاشمیری، انور شاہ، انوار الباری، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، سن، 1/180
- 12 آلوسی، ابو الفضل شہاب الدین محمود سید، روح المعانی، مکتبہ امدادیہ، ملتان، سن، ص 76
- 13 تھانوی، اشرف علی، بیان القرآن، مکتبہ الحسن، لاہور، مقدمہ
- 14 سلیمان ندوی، سید، خطبات مدراس، ادارہ اسلامیات، لاہور، 1983ء، ص 90
- 15 باری ندوی، شیخ، جامع المجددین، مکتبہ الاشرفیہ، لاہور، سن، ص 11
- 16 باری ندوی، شیخ، جامع المجددین، ص 11
- 17 سلیمان ندوی، سید، مجدد ملت کے آثار علمیہ، سہ ماہی حسن تدبر، دریائے گنج نئی دہلی، ج 1، ش 3، مئی 2007ء، ص 113
- 18 تھانوی، اشرف علی، شریعت و طریقت، ادارہ اسلامیات، لاہور، 1981ء، ص 29
- 19 شریعت و طریقت، ص 31، 32
- 20 تھانوی، اشرف علی، ارشادات حکیم الامت، ادارہ اسلامیات انارکلی، لاہور، ص 20
- 21 شریعت و طریقت، ص 121

- ²² تھانوی، اشرف علی، اصلاح انقلاب امت، ادارۃ المعارف ڈاکھانہ دارالعلوم کورنگی، 1396ھ، ص 69، 71
- ²³ اسلام اور زندگی، (رفیق فی سوا الطریق)، ص 82
- ²⁴ تھانوی، اشرف علی، آداب المعاشرت، گلستان جوہر، کراچی، 2010ء، ص 3
- ²⁵ تھانوی، اشرف علی، بہشتی زیور، مجلس نشریات اسلام، 1970ء، ص 376
- ²⁶ تھانوی، اشرف علی، اصول تبلیغ دین، ادارہ اسلامیات، لاہور، 1981ء، ص 148، 149
- ²⁷ تھانوی، اشرف علی، تربیت السالک، مکتبہ زکریا، کراچی، 1982ء، 1/374
- ²⁸ تربیت السالک، 1/475
- ²⁹ مجذوب، عزیزخواجہ، اشرف السواح ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، سن 61/2
- ³⁰ بہشتی زیور، ص 377
- ³¹ شریعت و طریقت، ص 92
- ³² ایضاً، ص 112
- ³³ تھانوی، اشرف علی، انفاس عیسیٰ، ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل، کراچی، سن، ص 192-193
- ³⁴ تھانوی، اشرف علی، خطبات حکیم الامت، ادارہ تالیفات اشرفیہ، سن، ص 330، 329
- ³⁵ شریعت و طریقت، ص 122
- ³⁶ ندوی، محمد علاؤ الدین، حکمت، بصیرت اور جامعیت، بحوالہ سہ ماہی حسن تدبیر، ص 203، 204
- ³⁷ تھانوی، اشرف علی، ملفوظات حکیم الامت، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 1425ھ، 3/90
- ³⁸ تھانوی، اشرف علی، التکشف عن مہمات الصوف، سجادہ بلیشترز، لاہور، 1920ء، ص 38
- ³⁹ تھانوی، اشرف علی، التکشف عن مہمات الصوف، سجادہ بلیشترز، لاہور، 1920ء، ص 38
- ⁴⁰ انفاس عیسیٰ، ص 19
- ⁴¹ مجدد الملت کے آثار علمیہ، ص 115
- ⁴² ایضاً، ص 118
- ⁴³ ایضاً، ص 118
- ⁴⁴ تربیت السالک، 1/429
- ⁴⁵ سلیمان ندوی، سید، بحوالہ سہ ماہی حسن تدبیر، جامعہ اشرفیہ، ص 115
- ⁴⁶ عابدانور، حکیم الامت اور خواتین، سہ ماہی حسن تدبیر، ص 274

⁴⁷ ایضاً

⁴⁸ بہشتی زیور، ص 10

⁴⁹ بہشتی زیور، ص 11

⁵⁰ ایضاً

⁵¹ ایضاً

⁵² سہ ماہی حسن تدبر، ص 40

⁵³ سلیمان ندوی، سید، بحوالہ سہ ماہی حسن تدبر، جامعہ اشرفیہ، ص 118

⁵⁴ ایضاً، ص 117

⁵⁵ ایضاً، ص 118

⁵⁶ حکیم الامت کے آثار علمیہ، ص 114

⁵⁷ موج کوثر، ص 206

⁵⁸ منشی عبدالرحمن، تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، سن، ص 201

⁵⁹ تعمیر پاکستان و علمائے ربانی، ص 96